طارق عمیر عثمانی*

آخری وحی

اللہ اپنے بندوں سے کیا کہتا ہے؟......کیا چاہتا ہے؟

قرآن حکیم اللہ کا آخری کلام ہے جو اس نے اپنے آخری نبی خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور ان کے ذریعے اپنے بندوں کو خطاب کیا۔ یہ آخری پیغام کیوں کہ تمام دنیا کے انسانوں کیلئے ہے...... ہر زمانے کیلئے ہے...... ہر قوم کیلئے ہے...... ہر ملک اور ہر خطے کیلئے ہے اور اس کو قیامت تک اسی طرح باقی رہنا ہے جس طرح یہ نازل ہوا تھا۔

زمانہ کتنی بھی گردش کرتا رہے......وقت کتنا بھی گزر جائے......حالات کتنے بھی بدل جائیں...... مگر قرآن نہیں بدلے گا، اس کی رہنمائی پہلے دن کی طرح تازہ اور سرسبز وشاداب رہے گی۔

وقت گزرنے کے ساتھ زبانوں کے اسلوب بدل جاتے ہیں، تعبیریں بدل جاتی ہیں، اندازِ بیان کچھ کا کچھ ہوجاتا ہے بعض الفاظ استعمال میں نہیں رہتے، وہ پرانے ہوکر ماضی کی داستان بن جاتے ہیں۔ بعض اوقات زبان مردہ ہوجاتی ہے، اس کا استعمال باقی نہیں رہتا اور اسکا سمجھنا سمجھانا دشوار ہوجاتا ہے، لیکن عربی زبان جس میں خدا کا کلام ہے ترقی کرتے کرتے کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے مگر تمام تر ترقی کے باوجود قرآن کی زبان سے آگے نہیں نکل سکی، آج بھی قرآن کا ادب معیاری ادب ہے اور اس کی تعبیرات اسی طرح تابندہ اور درخشاں ہیں جس طرح نازل ہونے کے وقت تھیں۔

بدلتے ہوئے وقت اور حالات میں اس سرچشمہ ہدایت قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کرکے ہم اپنے مسائل اور مشکلات کو حل کرسکتے ہیں، اس لئے قرآن پاک کی تفسیر کی ضرورت اس کی تشریح اور وضاحت کی حاجت نازل ہونے کے وقت بھی تھی اور آج بھی ہے۔

آج سائنٹفک دور ہے، انسان سائنس کی روشنی میں مسائل کو دیکھنا سمجھنا اور حل کرنا چاہتا ہے، اس سلسلے میں ایک نئی تفسیر ہمارے سامنے آئی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اسکی چند خصوصیات کے بارے میں آپ

---

* دارالسلام، دہلی گیٹ، مالیرکوٹلہ (پنجاب) انڈیا

سے تھوڑی سی گفتگو کروں، اس تفسیر کی چند خصوصیات اور اسکے کچھ امتیازات درج ذیل ہیں:

(۱) یہ تفسیر ہر مذہب، ہر مسلک اور ہر طبقے کے لئے فائدہ مند ہے، یہ تفسیر بتاتی ہے کہ آخری وحی ہمارے پروردگار کا پیغام کیا ہے، وہ اپنے بندوں سے کیا کہتا ہے اور کیا چاہتا ہے، اس میں فقہی مسائل سے کوئی بحث نہیں کی گئی ہے۔

(۲) مسلمانوں کی طرح غیر مسلم بھی اس سے بلاتکلف فائدہ اٹھا سکتے ہیں کیوں کہ نکتہ نظر یہ ہے کہ قرآن مجید تمام انسانوں کے لئے ہے۔اس کا خطاب تمام بندوں سے ہے، وہ ہر ایک کے دل پر دستک دیتا ہے اس کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، اس کی فطرت کو جھنجھوڑتا ہے، اس کے دل پر اثر انداز ہوتا ہے، وہ عقل کو بھی خطاب کرتا ہے، جذبات سے بھی بات کرتا ہے اور دلوں کو بھی پکارتا ہے، قرآن مجید کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہو کر اپنی بات روح کی گہرائی تک پہنچا دیتا ہے، یہ تفسیر اسی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔

(۳) اس تفسیر کی ایک خصوصیت اور امتیاز یہ ہے کہ کہیں بھی حقائق سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کی گئی ہے۔صداقت کو صداقت کی طرح پیش کر دیا گیا ہے۔

(۴) اس تفسیر جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں ایک بہت اہم پہلو جو قابل غور ہے وہ ربطِ آیات اور تسلسل ہے، اگر آپ بغیر قرآن مجید کے متن کے اس تفسیر کو پڑھتے چلے جائیں تو آپ کو ایسا لگے گا کہ آپ ایک مربوط کتاب پڑھ رہے ہیں۔بیچ میں آپ کو کوئی خلا محسوس نہیں ہوگا۔

(۵) اندازِ بیان میں سادگی، ندرت اور ادبی چاشنی جگہ جگہ محسوس ہوگی، کہیں کہیں مناسب شعر لا کر اپنی بات کو مؤثر بنا دیا گیا ہے۔

(۶) اگر کسی قصے یا آیت کے بارے میں مختلف تشریحات اور اقوال پائے جاتے ہوں تو اس تفسیر میں صرف ایک منتخب اور معتبر قول کو ہی لیا گیا ہے تا کہ پڑھنے والے کی ذہن میں مختلف اقوال نقل کرنے سے انتشار پیدا نہ ہو۔

(۷) اس تفسیر کا پہلا ایڈیشن روح القرآن کے نام سے جلالین کے ساتھ شائع ہوا تھا۔جلالین کا اردو ترجمہ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مفتی حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن عثمانی کا کیا ہوا ہے۔اس کی پہلی اور دوسری جلد کا اجراء رانچی کے بڑے اجتماع ارباب حل وعقد میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر مولانا سید رابع حسن ندوی نے اپنے دست مبارک سے کیا تھا اور مبارک باد کے دستخط کر کے ایک کاپی مصنف کو پیش کی تھی۔ دوسری جلد کا اجراء امیر شریعت

بہار واڑیسہ مولانا سید نظام الدینؒ نے اپنے دست مبارک سے کیا تھا اور اپنے دستخط کے ساتھ مصنف کو ایک کاپی عنایت فرمائی تھی۔

(۸) اب یہ دوسرا ایڈیشن بغیر جلالین کے نورالقرآن کے نام سے شائع ہوا ہے، اس پر تقریظ اور تاثرات کا اظہار دارالعلوم وقف دیوبند کے صدر مہتمم خطیب الاسلام مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مدظلہ العالی نے کیا ہے اور دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم مولانا محمد سفیان قاسمی نے اپنے تفصیلی خیالات کے اظہار فرمایا ہے، تفسیر نورالقرآن حضرت مولانا محمد سالم قاسمی اور اکابر ملت کا پسندیدہ تفسیر ہے۔

(۹) قرآن مجید کا ترجمہ ہر لفظ کا الگ الگ بھی دیا گیا ہے تاکہ عربی زبان کے نہ جاننے والے کو معلوم ہوجائے کہ کس لفظ کے کیا معنیٰ ہیں، اس کے بعد پوری آیت کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔

(۱۰) دارالسلام مالیر کوٹلہ (پنجاب) کی پچیس سالہ دینی اور علمی خدمات کا یہ بڑا اہم حصہ ہے، مصنف کو اس تفسیر کے لکھنے میں عمر کے بیس قیمتی سال لگانے پڑے ہیں۔

(۱۱) دیوبند کے مشہور ادارے فیصل انٹرنیشنل نے اس کو بڑے اہتمام کے ساتھ نہایت خوب صورت انداز میں شائع کیا ہے۔

(۱۲) یہ سات جلدوں میں ہے اور ہر ایک جلد میں پانچ پارے ہیں، آخری پارہ عم ایک مستقل جلد میں ہے، کل صفحات ۴۰۲۱ ہیں۔

سورۂ فاتحہ کی تفسیر بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وہ آیت ہے جس سے قرآن کی ہر سورت کا شروع کیا جاتا ہے، سورہ توبہ کے علاوہ ہر سورت کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے۔

محققین لکھتے ہیں کہ اس طرح ایک سوتیرہ مرتبہ بسم اللہ ہر سورت کے آغاز میں اور سورہ النمل کی آیت نمبر ۳۰ میں بطور آیت قرآنی آئی ہے۔ ہر آسمانی کتاب کا آغاز بسم اللہ سے ہوا ہے۔

حضرت محمدؐ پر جو پہلی وحی آئی تھی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ پانچ آیتیں تھیں، بعد میں اللہ نے بسم اللہ نازل کرکے رہنمائی فرمائی اور یہ ادب سکھایا کہ بندہ اپنے ہر کام کا آغاز اللہ کے نام سے کرے۔

کوئی کام کرتے وقت اگر اللہ کا نام لینے کی عادت پڑجائے تو اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی ہر کام سے پہلے سوچتا ہے کہ کیا یہ کام اس قابل ہے بھی کہ اس پر اللہ کا نام لیا جائے؟ اس طرح آدمی کی فکر صحیح رخ پر کام کرتی ہے، کسی کام میں اللہ کا نام لینے سے اسکے نام کی برکتیں اس کام میں شامل ہوجاتی ہیں

بسم للہالرحمن الرحیم میں اللہ کے نام کے ساتھ اس کے صفت رحمٰن اوررحیم کا ذکر بھی کیا تا کہ معلوم ہوجائے کہ اس کی عطا اور بخشش سے دنیا میں کوئی محروم نہیں ہے اور جولوگ اس سے محبت کرتے ہیں آخرت میں وہ ان کے لئے رحیم ہے۔اس طرح جسم کے تربیت کے لئے رحمٰن اور روح کی تقویت کے لئے رحیم اللہ کی ان دونوں صفات کوشامل کرلیا گیا ہے، یہ ایسے موزوں اور بہتر کلمات ہیں کہ ان سے اچھے کلمات کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

بسم اللہ میں ''ب'' استعانت اورمدد کی طلب کیلئے ہے، گویا اس کتاب کا پہلا حرف ہی بتلا دیتا ہے کہ انسان ایک عاجز بندہ ہے جو ہمہ وقت اللہ کی مدد کا محتاج ہے۔

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے انتہائی تکلیف دہ سفر سے واپس ہوتے ہوئے، زخموں سے چوراور تکلیف سے نڈھال، ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کے باغ میں انگوروں کے سائے میں بیٹھ گئے۔

دونوں بھائی ظالموں کی شرارتوں اور آپ کی مظلومانہ بے کسی سے متاثر تھے، انہوں نے اپنے نصرانی غلام عدّاس کو انگوروں کا خوشہ پلیٹ میں رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔

منعم حقیقی کے قدر شناس سے بسم اللہ کہہ کر انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا......عدّاس نے حیرت سے کہا......واللہ! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو اس شہر کے لوگ نہیں بولتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدّاس سے پوچھا ''کہاں کے رہنے والے ہو؟''

عدّاس نے کہا: میں نصرانی ہوں اور ''نینوا'' کا رہنے والا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا تم اللہ کے نیک بندے یونس بن متی (علیہ السلام) کی بستی کے رہنے والے ہو۔

آپ ان کو کیسے جانتے ہیں؟ عدّاس نے سوال کیا۔

وہ میرے بھائی ہیں کیونکہ وہ بھی اللہ کے نبی تھے اور میں بھی اللہ کا نبی ہوں۔

یہ سن کر عدّاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر پڑا اور آپ کے سرمبارک اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔

انگور کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا اور اللہ کی نعمت سے فائدہ اٹھانے سے پہلے اس کا نام لینا اس کے رحمٰن ورحیم ہونے کا ذکر کرنا......مؤثر ثابت ہوا، دل کو جھکا گیا۔عدّاس نے بسم اللہ کی معنویت اوراس کی حقیقت کومحسوس کرلیا تھا۔